فوت شدہ کا وسیلہ پیش کرنا کیسا؟

ریفرنس نمبر:pin6841

تاریخ:15:10:2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زندوں سے توسل جائز ہے، لیکن فوت شدہ سے توسل کی اجازت نہیں اور وہ اس پر وہ روایت بطورِ دلیل پیش کرتا ہے کہ جس میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ! ہم تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے، تو تُو بارش نازل فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا (حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں، ہم پہ بارش نازل فرما۔ پھر ان پر بارش ہو جاتی۔ (بخاری) سوال یہ ہے کہ (1) زید کا قول درست ہے یا نہیں؟ (2) اگر درست نہیں، تو اس کی دلیل کا کیا جواب ہو گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) زید کا قول درست نہیں ہے، کیونکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح دنیا میں موجود کسی زندہ بزرگ (نبی، ولی وغیرہ) سے توسل جائز ہے، اسی طرح ان کی حیاتِ ظاہری کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرنا، جائز ہے۔ ذیل میں وصالِ ظاہری کے بعد توسل کے جواز پر چند دلائل پیش خدمت ہیں:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (پارہ6، سورۃ المائدہ، آیت35)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت توسل پر تفصیلی کلام مع دلائل ذکر کرنے کے بعد علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”وبعد ھذا کلہ انا لا اری باسا فی التوسل الی اللہ بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند اللہ تعالیٰ حیا و میتا“ ترجمہ: ان تمام دلائل کے بعد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت کے توسل میں حرج نہیں دیکھتا، چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات کے ساتھ جلوہ فرما ہونے کے وقت ہو یا وصالِ ظاہری کے بعد ہو۔

(تفسیر روح المعانی، ج3، ص297، تحت ھذہ الآیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے

معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے، تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

(پارہ5،سورۃالنساء، آیت64)

اس آیتِ مبارکہ کے ضمن میں تفسیر ثعلبی، جلد3، صفحہ 339، الحاوی للفتاوی، جلد2، صفحہ 315 پر نیز امام قرطبی علیہ الرحمۃ نے "الجامع لاحکام القرآن" میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" قدم علینا أعرابی بعد ما دفنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثۃ أیام فرمی بنفسہ علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحثا علی رأسہ من ترابہ فقال: قلت یا رسول اللہ فسمعنا قولک ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیما أنزل اللہ علیک ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ﴾ الآیۃ وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک "ترجمہ: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی حاضر ہوا اور وہ قبر انور سے لپٹ کر اس کی خاک اپنے سر پر ڈالنے لگا، پھر اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم نے آپ کا قول مبارک سنا اور جو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد کیا، وہ ہم نے آپ سے یاد کیا اور جو آپ پر نازل ہوا، اس میں یہ فرمان ہے:﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ۔۔۔الایۃ﴾یعنی اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔۔۔الخ اور تحقیق میں نے اپنی جان پہ ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار فرمائیں، تو قبر انور سے آواز آئی کہ بیشک تجھے بخش دیا گیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج5، ص265، دار عالم الکتب، الریاض)

تیسری دلیل: حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی تدفین کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرماتے ہوئے اپنا اور گزشتہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا وسیلہ پیش فرمایا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد و لقنھا حجتھا و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین "ترجمہ: اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کی حجت اسے سکھادے اور اپنے نبی کے توسل اور مجھ سے گزشتہ انبیائے کرام کے توسل سے اس کی قبر کو وسیع فرمادے۔ بیشک تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

(المعجم الکبیر، ج24، ص351، رقم الحدیث 871، مطبوعہ القاھرۃ)

اس جیسے دلائل کے پیشِ نظر شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں:" توسل بانبیائے دیگر صلوات اللہ علیھم اجمعین بعد از وفات جائز است بسید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ و اکملھا بطریق اولیٰ جائز باشد "ترجمہ: دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے بعد از وصال توسل جائز ہے، تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ (جذب القلوب، فارسی، ص220، مطبوعہ لکھنؤ)

چوتھی دلیل: دلائل النبوۃ للبیہقی، ج6، ص167 تا 168، الخصائص الکبریٰ جلد2، صفحہ 347 اور المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:(واللفظ للطبرانی):" أن رجلا کان یختلف إلی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ في حاجۃ لہ فکان عثمان لا یلتفت إلیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی ابن حنیف فشکی ذلک إلیہ فقال لہ عثمان بن حنیف: ائت المیضأۃ فتوضأ ثم

DARUL IFTA AHLESUNNAT

ائت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل: اللھم إني أسألک وأتوجه إلیک بنبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد إنی أتوجه بک إلی ربی فتقضی لی حاجتی وتذکر حاجتک ورح حتی أروح معک فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم أتی باب عثمان بن عفان رضي اللہ عنه فجاء البواب حتی أخذ بیده فأدخله علی عثمان بن عفان رضي اللہ عنه فأجلسه معه علی الطنفسة فقال: حاجتک؟ فذکر حاجته وقضاھا له ثم قال له: ما ذکرت حاجتک حتی کان الساعة وقال: ما کانت لک من حاجة فأذکرھا ثم إن الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیف فقال له: جزاک اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت إلی حتی کلمته فی فقال عثمان بن حنیف: واللہ ما کلمته ولکنی شھدت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وأتاہ ضریر فشکی إلیه ذھاب بصرہ فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم: فتصبر فقال: یا رسول اللہ، لیس لي قائد وقد شق علي فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: ائت المیضأة فتوضأثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات قال ابن حنیف: فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کأنه لم یکن به ضرقط ”ترجمہ: ایک شخص اپنی کسی حاجت کے لیے حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کے چکر لگارہا تھا، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اس کی طرف نہ التفات فرماتے، نہ اس کی حاجت کی طرف نظر فرمارہے تھے، تو وہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا، اس نے اپنے معاملے کی ان سے شکایت کی، تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: وضو کرو، پھر مسجد جا کر دو رکعتیں نماز پڑھو پھر یوں کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت پوری فرمائے۔ اس کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرنا اور پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ پس وہ شخص گیا اور اس نے یوں ہی کیا اور پھر وہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے دربار پر حاضر ہوا، تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا اور فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت بیان کی اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت پوری فرمائی اور فرمایا کہ اتنے دنوں میں اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا کہ جو حاجت پیش آئے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ پھر وہ وہاں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ میری طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور میری حاجت کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے حتی کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نے تمہارے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ نہیں کہا، مگر ہوا یہ کہ میں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اس نے اپنی نابینائی کی شکایت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبر کروگے؟ اس نے عرض کی کہ مجھے لے کر چلنے والا کوئی نہیں اور یہ مجھ پر شاق ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کے یہ دعائیں کرو۔ خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، ابھی باتیں کر رہے تھے کہ وہ شخص ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ گویا وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج9، ص30، مطبوعہ القاھرۃ)

امام طبرانی علیہ الرحمۃ "المعجم الصغیر" میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"الحدیث صحیح"ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المعجم الصغیر، ج1، ص306، رقم الحدیث508، المکتب الاسلامی، بیروت)

پانچویں دلیل: سنن دارمی میں ہے:" قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة فقالت: انظروا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاجعلوا منه كوى إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف قال: ففعلوا فمطرنا مطرا حتى نبت العشب وسمنت الإبل "ترجمہ: مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا، تو لوگوں نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی، تو انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی طرف نظر کرو اور مزارِ پر انوار (حجرہ مبارکہ) میں ایک سوراخ ایسا بناؤ کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب (رکاوٹ) نہ رہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ایسا کیا، تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ سبزہ اُگا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔

(سنن دارمی، ج1، ص227، رقم الحدیث93، دار المغنی، السعودیہ)

شیخ محقق الشیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے تحت فرماتے ہیں:" والصحيح أنه استشفاع استسقوا بقبره بعده وهو فی الحقيقة استشفاع به صلی اللہ علیہ وسلم "ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ یہ شفاعت طلب کرنا تھا کہ انہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد آپ کی قبر انور کے وسیلے سے پانی طلب کیا اور در حقیقت یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا تھا۔ (لمعات التنقیح، ج9، ص519، دار النوادر، دمشق)

زید نے بعدِ وفات توسل کے عدم جواز پر جس روایت کو دلیل بنایا ہے اس کا جواب ذکر کرنے سے پہلے توسل بالعباس رضی اللہ عنہ والی روایت مع عربی متن پیش کی جا رہی ہے تاکہ اس کے متعلق جو کلام کیا جائے، اُسے سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:"ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا"ترجمہ: بیشک جب قحط پڑا، تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلے سے بارش طلب کی، پس آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ! ہم تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے، تو تو بارش برساتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہم پر باش نازل فرما۔ (صحیح بخاری، ج2، ص27، رقم الحدیث1010، دار طوق النجاۃ، بیروت)

اس حدیث مبارک سے یہ استدلال کرنا قطعاً درست نہیں کہ بعدِ وصال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بعدِ وصال کسی بھی بزرگ کا وسیلہ پیش کرنا، جائز نہیں ہے۔ اس استدلال کے غلط ہونے کی وجوہات بہت واضح ہیں:

مذکور روایت کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے توسل جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں تو ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے، اب نہیں کرتے / اب نہیں کریں گے۔

شرعی اصول یہ ہے کہ جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس میں بعدِ وصال توسل کے جواز یا عدمِ جواز کے متعلق کچھ ارشاد نہیں فرمایا، بلکہ اس بارے میں خاموشی اختیار فرمائی، تو محض اس روایت کی بنیاد پر ان کی طرف اس بارے میں کچھ بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ خاموش فرد کی طرف کوئی بات منسوب نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کی "البرھان فی اصول الفقہ" جلد 1، صفحہ 448 پر نیز شیخ صلاح الدین ابو سعید خلیل علائی علیہ الرحمۃ کی کتاب "اجمال الاصابۃ فی اقوال الصحابۃ" میں ہے: "الساکت لا ینسب الیہ قول "ترجمہ: خاموش شخص کی طرف کسی قول کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ (اجمال الاصابۃ فی اقوال الصحابۃ للعلائی، ص23، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، الکویت)

بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ دوسری طرف زید کے غلط مفہوم کے برخلاف روایت موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا گیا اور یہ بات حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار نہیں فرمایا، حالانکہ اگر اس میں کوئی کسی قسم کی بھی شرعی خرابی ہوتی، تو آپ رضی اللہ عنہ ضرور منع فرمادیتے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "أصاب الناس قحط في زمن عمر فجاء رجل إلى قبر النبي صلى اللہ عليه وسلم فقال: يا رسول اللہ استسق لأمتك فإنهم قد هلكوا فأتى الرجل في المنام فقيل له: ائت عمر فأقرئه السلام وأخبره أنكم مستقيمون وقل له: عليك الكيس! عليك الكيس! فأتى عمر فأخبره فبكى عمر ثم قال: يا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه "ترجمہ: حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں قحط پڑ گیا، تو ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے پانی طلب فرمائیے کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہو گی اور عمر سے کہنا کہ (مزید) دانشمندی اختیار کرو، دانشمندی اختیار کرو۔ پس وہ شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اپنے خواب کے بارے میں بتایا، تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض گزار ہوئے کہ اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا، مگر جس سے عاجز آجاؤں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج6، ص356، رقم الحدیث 32002، مکتبۃ الرشد، الریاض)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ اس کی سند کے متعلق فرماتے ہیں: "روى ابن أبي شيبة بإسناد صحيح "ترجمہ: ابن شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری، ج2، ص495، دار المعرفۃ، بیروت)

توسل بالعباس کی صحیح توجیہ اور اس سے صحیح استدلال کیا ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کی وجہ یہ نہیں کہ بعدِ وصال کسی سے توسل

جائز نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام سے توسل جائز و مستحب ہے، اسی طرح ان نفوسِ قدسیہ کے علاوہ کسی بھی نیک ہستی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا بھی جائز و مستحب ہے۔ یہی صحیح استدلال ہے، جو عظیم محدثین نے کیا ہے، جیسا بخاری کے عظیم شارح، جلیل القدر محدث، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فتح الباری، جلد2، صفحہ 498 پر اور دوسرے شارح عظیم محدث علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح الزرقانی، جلد2، صفحہ 152 پر بیان کیا ہے: "يستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة" ترجمہ: حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے واقعے سے یہ مستفاد (فائدہ حاصل) ہو رہا ہے کہ نیک لوگوں اور اہلبیتِ اطہار علیہم الرضوان کے وسیلے سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے۔ **(فتح الباری، ج2، ص498، دار المعرفة، بیروت)**

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل میں ایک اور خوبصورت پہلو:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل میں ایک اور خوبصورت پہلو ہے اور وہ یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کی ایک صورت تھی، کیونکہ انہیں وسیلہ اسی لیے بنایا گیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار تھے، اسی وجہ سے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے "بعم نبيك" فرمایا "بالعباس" نہیں فرمایا۔

نیز حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: "وقد توجه القوم بي إليك لمكاني من نبيك" ترجمہ: اے اللہ! یہ لوگ تیرے نبی سے میری نسبت و مقام کی وجہ سے میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔

(فتح الباری، ج2، ص497، دار المعرفة، بیروت)

اشکال: اگر بعدِ وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی بھی نیک ہستی سے توسل جائز ہوتا، تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بناتے، کیونکہ ایک عام آدمی بھی افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو وسیلہ نہیں بناتا، تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسا کیونکر کرسکتے ہیں؟

الجواب: عرض ہے کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل کو چھوڑنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و اقتداء میں تھا، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کی طرح عزت دیتے تھے، تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش فرمایا، حالانکہ ان سے افضل صحابہ کرام مجمع میں موجود تھے، جیسا کہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی ان سے افضل تھے، یونہی حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور باقی حضراتِ عشرہ مبشرہ و امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سب اس وقت زندہ موجود تھے، تو اگر افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا وسیلہ نہیں دینا چاہیے، تو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی اس وقت وسیلہ نہیں دینا چاہیے کہ ان سے افضل حضرات موجود تھے، **تو یہاں مفضول کو ترجیح دینے کی وجہ قرابتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، نہ کہ کچھ اور۔** اس حکمت کا اظہار حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے خود فرمایاہے کہ جب بارش برسی تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:" أیها الناس ! إن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یری للعباس ما یری الولد لوالده یعظمه ویفخمه ویبر قسمه فاقتدوا أیها الناس برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم في عمه العباس واتخذوه وسیلة إلی اللہ عز وجل "ترجمہ: اے لوگو! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا عباس (رضی اللہ عنہ) کو ایسے ہی مقام دیتے تھے کہ جیسے بیٹا اپنے والد کو مقام دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تعظیم و توقیر فرماتے اور ان کی قسم کو پورا فرماتے۔ تو اے لوگو! تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناؤ۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج3، ص409، رقم الحدیث5506، دار الحرمین، القاهرة)

مزید یہ کہ اس روایت میں زیادہ سے زیادہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم یعنی نہ کرنے کا ثبوت ہے اور وہ بھی صرف اس ایک خاص واقعے میں، نہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اور بالفرض اگر پوری زندگی بھی نہ کرتے تو صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدم یعنی نہ کرنے سے بقیہ ہزاروں صحابہ کے عدم یعنی نہ کرنے کا ثبوت کہاں سے ہو گیا؟ اور بالفرض تمام صحابہ ہی کا عدم یعنی نہ کرنا مان لیا جائے تو بھی شرعاً عدمِ فعل کوئی دلیل نہیں، اور اس کی وجہ سے کسی چیز کو ناجائز ثابت نہیں کیا جا سکتا، جیسے کسی صحابی نے آج کے زمانے کی طرح کوئی نصاب مقرر کرکے پیریڈز میں تقسیم کرکے تنخواہ والا مدرسہ نہیں بنایا یا کسی صحابی نے علاج کے لیے کوئی باقاعدہ ہسپتال نہیں بنایا تو کیا یہ سارے کام ناجائز ہو جائیں گے؟ معاذ اللہ، ہر گز نہیں۔

صحیح شرعی اصول کیا ہے وہ پڑھئے: علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "لا یتقرب بها إلا إذا اصار الترک کفا وهو فعل وهو المکلف به في النهي لا الترک بمعنی العدم لأنه لیس داخلا تحت القدرة للعبد "ترجمہ: تروک کے ساتھ تقرُّب نہیں ہو سکتا، مگر یہ کہ جب ترک، کف (کسی چیز کو جان بوجھ کر چھوڑنے، نہ کرنے) کے درجے میں ہو، **کف (کسی چیز کو جان بوجھ کر چھوڑنا، نہ کرنا) فعل ہے اور نہی میں اسی کا حکم ہوتا ہے نہ کہ ترک بمعنیٰ عدم یعنی نہ کرنا، کیونکہ معدوم قدرتِ عبد کے تحت داخل نہیں ہے۔**

(الاشباہ والنظائر، ص25، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

08 ربیع الاول 1443ھ/15 اکتوبر 2021ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جا سکتی ہے